حافظ ارشاد احمد دیوبندی

نقطۂ نظر

# تاریخ سے مذاق نہ کیجئے!

ہے یہ گنبد کی صدا، کان لگا غور سے سُن

جیسا کہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ نام نہاد "جماعت اسلامی" اپنے یومِ تاسیس سے لیکر تاحال اختلافات کے مجموعہ کا دوسرا نام ہے۔ بانیٔ جماعت سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کی سرشت ہی اول و آخر یہی رہی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو تنقید سے (بلکہ حقیقت میں تنقیص سے) بالاتر نہ سمجھا جائے۔ بس اسی ایک دُھن اور اس باطل نظریہ نے مرحوم کی پوری زندگی میں وہ بگاڑ پیدا کیا کہ اس کا نشانہ صرف علمائے حق ہی نہیں بلکہ ہر وہ فرد جس کو اسلام سے معمولی قلبی درد تھا مرحوم کی تنقید بلکہ آپ کی مخصوص قسم کی تنقیص کی زد میں رہا۔

بانیٔ جماعت اسلامی نے بد قسمتی سے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر سیدنا حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز تک اور اس کے بعد آنے والے شاہ ولی اللہ سمیت تمام مجددین آئمہ کرام نیز علمائے دیوبند کے ساتھ ہر مکتب فکر کے صلحائے اُمت کو اپنی مخصوص اصطلاح میں تنقید کا نشانہ بنائے رکھا۔ آہ ثم آہ! ممدوح مرحوم نے زندگی بھر قلم سے تیر و نشتر کا کام لیا اور دینِ اسلام کے ساتھ تمام اہلِ حق کا مخصوص جابرانہ پوسٹ مارٹم کر دکھایا جس کی عفونت اب تک ان کی کتب میں موجود ہے۔ یہ زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے "خلافت و ملوکیت نے" ہر سنی مسلمان کا سینہ چھلنی کر دیا تھا جس سے شعیہ مسلک کے ذاکر وغیرہ خوشیاں منا کر مولینا مرحوم کو اپنا حقیقی قائد تسلیم کر کے سنی مسلمانوں کو مزید تنگ کرنے لگے بایں وجہ علمائے حق نے مجبوراً اس مذکورہ مردود کتاب کے جوابات تاریخ کی ان ہی کتب سے جو مرحوم کی سارق نظر سے مخفی رہے تھے مرتب کر کے عوام کو گمراہی سے بچانے کی تدابیر کر رہے تھے کہ ایسے سخت دور میں جبکہ ہر دردمند ملک و ملت اختلافات پھیلانے کی بھرپور مذمت کرتا دکھائی دیتا ہے نہ جانے کیوں اور کس مصلحت کے تحت جماعت اسلامی کے مشہور آرگن ماہنامہ آئین لاہور نے اپنی حالیہ اشاعت بابت ماہ دسمبر ۱۹۹۲ء کا ایک ضخیم نمبر بعنوان "آئینہ تاریخ" کے شاندار اور عظیم الشان نام سے شائع کیا ہے جس میں چالیس پچاس سالہ پرانا اور مفسدانہ مواد ازسر نو شائع کیا ہے واللہ اعلم یہ مذموم حرکت امیر جماعت جناب قاضی حسین احمد صاحب کے مشورہ اور علم میں ہے یا نہیں۔ جس کے مصلح ہونے کے بڑے چرچے پھیلائے جا رہے ہیں۔ حسنِ ظن کی بنیاد پر ہمیں تو یہ بھی یقین نہیں آرہا کہ جماعت اسلامی کی مجلسِ شوریٰ نے ماہنامہ آئین کے مدیر صاحب کو یہ اجازت دی ہو کہ مرحوم اکابرین کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد نصف صدی پیچھے والے اختلافات کو ازسر نو اچھال کر ان اکابرین کے متبعین کو خواہ مخواہ پریشان کر کے اختلاف کا بند دروازہ پھر کھول دیا جائے اور یہ بات بھی ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ مدیر ماہنامہ آئین نے "آئینہ

تاریخ" کے نام کی مناسبت سے صرف مولانا مودودی صاحب مرحوم ہی کی کیوں وکالت کی ہے اور تاریخ کے ان حقائق کو کس مقصد کے لئے نظر انداز کر دیا ہے جس سے بانیٔ جماعت کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے۔ کیا مدیر مذکور کی اصطلاح میں تاریخ صرف بانیٔ جماعت کی وکالت کا نام ہے؟ یا تاریخ تاریخ کے تکرار سے عوام کو ایکسپلائٹ کرنا مقصود ہے؟؟ خدارا تاریخ کا مذاق نہ اڑائیے اب عوام کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جماعت اسلامی کے صالحین کرام کی اصطلاح میں تاریخ کس چیز کا نام ہے۔ اس مصنوعی آئینہ تاریخ میں حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی دامت برکاتہم اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر کے بارے میں بھی ایسے ناشائستہ اور خفیف ترین جملوں کا تکرار ہے۔ جسے ملاحظہ کر کے جماعت اسلامی کی تلخی اور اہلِ حق سے ان کا بغض و عناد واضح ہے اور لطیفہ یہ ہے کہ اس شمارہ کے ابتدائی صفحات میں سورت نور کے مضامین سے اپنی شہادت کی سچائی پیش کی گئی ہے جبکہ دوسرے لفظوں میں کہا جا سکتا ہے کہ علمائے حق سے متعلق آپ کے یہ الزامات!

سبحانک ھذا بھتان عظیم

بھی سورت نور ہی کا ایک حصہ ہے۔

چونکہ بانیٔ جماعت اسلامی کی صحیح تصویر اکابرین احرار کی معرفت سے ہی عوام کے سامنے پیش ہوئی ہے اس لئے اس شمارہ کا مقصدِ وحید بھی زعمائے احرار کو پھر سے بدنام کرنا مقصود ہے۔ مگر عوام جس سوراخ سے کئی بار ڈسے جا چکے ہیں اب اس سے ان کو دوبارہ نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔

قارئین محترم!

سب جانتے ہیں کہ بانیٔ جماعت اسلامی مرحوم نے تحریک تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں (مجلسِ عمل کا رکن ہونے کے باوجود) اپنی پوزیشن مشکوک کر کے تحریک تحفظِ ختم نبوت سے صاف صاف اپنی اور اپنی جماعت کی بیزاری کا اعلان کر دیا تھا۔ پھر عوام میں اپنا مصنوعی تقویٰ قائم رکھنے کے لئے احرار لیڈروں خصوصاً ماسٹر تاج الدین انصاریؒ اور مولانا محمد علی جالندھریؒ کے خلاف "بیان حقیقت" کے عنوان سے غلط بیانیوں پر مشتمل ایک خود ساختہ مصنوعی بیان شائع کیا تھا جو ملک کے کونے کونے میں اس وقت بھی پھیلایا گیا تھا جس کا جواب باصواب حقیقت پر مبنی قائد احرار جناب ماسٹر تاج الدین انصاری مرحوم اور مولانا جالندھری علیہ الرحمۃ نے دے دیا تھا۔ ماسٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان اب بھی "بیان صادق" کے نام سے مجلس احرار اسلام پاکستان کے ہر دفتر سے دستیاب ہے!

مگر جماعت اسلامی کو اپنی جھوٹی تاریخ کے زنگال شدہ آئینہ میں ان دونوں مرحومین کے بیانات نظر نہیں آسکے۔

اگر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مدیر ماہنامہ آئین نے اس چشمۂ آفتاب سے آنکھیں بند کر کے تقریباً ۳۸ برسوں کے بعد پھر مودودی صاحب کا وہی خود ساختہ غلط بیانیوں کا پلندہ مصنوعی "بیان حقیقت" شائع کر کے ایک بار پھر احرار رہنماؤں پر کیچڑ اچھال کر معاف کیجئے اپنی عاقبت برباد کرنے کی سعیٔ نامشکور کی ہے۔

یہ بیان حقیقت ص ۱۱۲ تا ۱۱۶ تک پھیلا ہوا ہے۔ تعارف کے طور پر مدیر صاحب رقم طراز ہیں کہ:

"مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے دورۂ سرگودھا میں ۷ا جون کو جماعت اسلامی کے ارکان و متفقین اور عام لوگوں سے ملاقات کے لئے ایک اجتماع منعقد ہوا۔۔۔۔۔ جس میں مولانا محترم سے مختلف موضوعات پر ہر قسم کے سوالات دریافت کئے گے۔ منجملہ ان کا ایک سوال حسبِ ذیل ہے۔

سوال۔ احرار کے مقررین جگہ جگہ آپ پر الزام لگا رہے ہیں کہ آپ پہلے تو ختم نبوت کی تحریک اور ڈائریکٹ ایکشن کے فیصلے میں پوری طرح شامل تھے مگر بعد میں آپ نے اپنی پوزیشن بدل دی یہی بات حال ہی میں مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے بھی ایک پبلک تقریر میں کہی ہے آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟

جواب۔ دوسرے احرار لیڈروں کی باتوں پر تو میں توجہ نہیں دے سکتا مگر کیا کوئی اس مجلس میں گواہی دے گا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب نے بھی یہ فرمایا ہے؟ مجمع میں سے آوازیں آئیں کہ یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ اس پر مولانا نے فرمایا۔ اچھا تو اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ کے سامنے تمام واقعات بے کم و کاست بیان کر دوں تاکہ حقیقت واضح ہو جائے میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں پوری ذمہ داری کے ساتھ اللہ کو گواہ کر کے بیان کر رہا ہو۔ (ماہنامہ آئین لاہور ص ۱۱۲)

اس کے بعد بانیٔ جماعت اسلامی کا وہی پرانا ۳۸ سالہ بیان حقیقت جو ممدوح نے کسی مصلحت کے تحت بیانِ ضلالت یعنی صرف اپنی پوزیشن صاف رکھنے کے لئے بیان کیا اسی کو پھر شائع کیا ہے۔ جس میں احرار لیڈروں پر یہ بہت بڑا الزام عائد کیا کہ میں نے مجلسِ عمل کے کراچی والے اجتماع میں کہدیا تھا کہ یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ ختم نبوت کے لئے ایک الگ تحریک چلائی جائے۔۔۔۔۔۔۔الخ۔۔۔۔۔۔۔ مگر میری اس رائے سے مولانا محمد علی جالندھری اور ماسٹر تاج الدین انصاری نے اختلاف کیا اور تقریباً دو گھنٹے تک اس پر بحث ہوتی رہی آخر کار جب ان کے پاس میرے دلائل کا کوئی جواب نہ رہا تو مولانا محمد علی جالندھری صاحب نے فرمایا اب ہم آپ سے صاف صاف بات کرتے ہیں کہ اسلامی دستور کا نام جب بھی لیا جاتا ہے لوگوں کا ذہن جماعت اسلامی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور ختم نبوت کا نام آتے ہی لوگ احرار کا خیال کرتے ہیں۔ اگر تحریک اسلامی دستور کے نام سے چلائی جائے تو خواہ ہم اس کے چلانے میں شریک ہوں نام تو بہرحال جماعتِ اسلامی کا ہوگا احرار تو پھر کہیں کے نہ رہے۔ (ماہنامہ آئین ماہ دسمبر ۱۹۹۲ء ص ۱۱۴)

لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم

عربی زبان میں ضرب المثل ہے کہ:

المرءُ یقیسُ علیٰ نفسہ۔

یعنی انسان دوسرے کو اپنی عادت پر قیاس کرتا ہے چونکہ جماعت اسلامی اور بانیٔ جماعت نے ہمیشہ ناموری، شہرت، خودنمائی اور انا ولاغیری کی رٹ لگائے رکھی ہے۔ اس لئے الزام تراشی میں بھی وہی کچھ بیان کر رہے ہیں۔

**لطیفہ:۔**

روایت ہے کہ ابوجہل نے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بد گوئی کرتے ہوئے کہا کہ آپ نعوذ باللہ ایسے ویسے ہیں اور سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حسین ترین اور اعلیٰ اخلاق، اعلیٰ صفات اُسوہ حسنہ کا حامل اور کسی ماں نے پیدا نہیں کیا۔ یہ دونوں متضاد خیالات جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے تو آپ نے فرمایا ان دونوں نے سچ کہا ہے۔ یارسول اللہ وہ کس طرح؟ فرمایا دونوں نے میرے اندر جھانک کر آئینہ میں اپنی اپنی تصویر دیکھی ہے۔

**قارئین محترم!**

غور فرمائیے کہ مجلس عمل کراچی والا اجلاس کوئی معمولی اجلاس نہ تھا اس میں نو جماعتوں کی مجلس عمل کے جید علمائے کرام موجود تھے اور مولانا جالندھری علماء کی اس بھری محفل میں فرما رہے ہیں کہ اگر تحریکِ دستورِ اسلامی کے نام سے چلائی گئی تو پھر احرار کہاں جائیں گے؟ تو وہاں اس مجلس میں کسی عالمِ دین نے نہیں کہا کہ بھائی احرار جائیں جہاں جاتے ہیں یہ تحریک احرار کے نام سے موسوم نہیں یہ تو مجلسِ عمل کی سعیٔ و کوشش سے چلائی جا رہی ہے اور بانیٔ جماعت بھی مولانا کی یہ بات سن کر خاموش ہیں مگر تین سال کے بعد مودودی صاحب کے حافظہ میں یہ بات عود کر آتی ہے۔ کہتے ہیں مولانا عظیم دانشور تھے مگر آپ کے اس الزام اور بہتان تراشی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپکی دانشوری اگر اسلامی ذہن و فکر کی عکاس ہوتی تو زعماء احرار پر یہ گھٹیا قسم کی الزام تراشی آپ قطعاً نہ کرتے جبکہ تحریک تحفظِ ختم نبوت سے اعلان بیزاری کے باوجود قدرت کی طرف سے آپ کو دو برس جیل میں بھی گزارنا پڑے۔ سیدنا حضرت امیر شریعت نور اللہ مرقدہ مودودی صاحب کی بے وفائی پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ بھی فرماتے تھے کہ جنہوں نے تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کی ذمہ داری قبول کی کام کیا وہ صرف ایک سال جیل میں رہے مگر جنہوں نے سر ہلائے تحریک تحفظِ ختم نبوت سے اپنی پوزیشن بدل دی وہ دو سال جیل میں رہے۔ شاہ جی مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ: (اپنے بارے میں اور مولانا غزنوی کے بارے میں اشارہ کر کے) بخاری شریف بھی موجود اور ابوداؤد شریف بھی پھر کیسے یہ موضوع حدیثیں گھڑی جا رہی ہیں کہ مولانا مودودی صاحب کا مجلسِ عمل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ شاہ جی نے فرمایا کہ میں اس تحریک تحفظ ختم نبوت کی ذمہ داری قبول کرتا ہوں اگر رب کائنات نے روز حشر پوچھا کہ تحفظِ ختم نبوت کے نام پر اتنے آدمی کیوں مروا دیئے تو عرض کروں گا یا الہ العالمین پہلی تحریکِ تحفظِ ختم نبوت کے بانی سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اس دوسری تحریک کا بانی بے شک میں ہوں میں نے سنت صدیق اکبرؓ دہرائی ہے کسی نئی بدعت کا ارتکاب نہیں کیا۔ جب ایک صاحب نے شاہ جی کی مجلس میں کہا کہ حضرت تحریک تحفظِ ختم نبوت، افسوس کہ ناکام ہو گئی ہے تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا جھوٹ مت بولئے تحریک کامیاب ہو گئی ہے میں نے ہر درد مند مسلمان کے دل میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا ایک ایٹم بم چھپا کر رکھ دیا ہے وقت آنے پر وہ پھٹ پڑے گا تو آپ بھی مشاہدہ کر لیں گے کہ تحریکِ تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کامیاب و کامران ہوئی ہے نہیں؟

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۵۳ء کی ایک شاخ اور تتمہ تھی جسے ہر آدمی نے مع جماعت اسلامی دیکھ لیا کہ قومی اسمبلی نے اکثریت کی رائے سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے کر سیدنا حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کی توثیق کر دی۔

الحمد للہ علیٰ ذالک

تحریک تحفظ ختم نبوت کی کامیابی کے بعد اب یہ شور مچانا واویلا کرنا الزام و بہتان تراشی کرنا کہ احرار یہ کہتے تھے، احرار یہ کرتے تھے کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ آپ کا یہ عظیم کارنامہ مرزائیوں کو خوش کرنے کے لئے تو نہیں؟

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اور اس کا حقیقی جواب وہی ہے جو جناب ماسٹر تاج الدین انصاری صاحب نے اپنے بیان صادق میں رقم فرمایا ہے کہ مولانا مودودی نے تحریک تحفظ ختم نبوت سے کب انکار کیا جب دودھ پینے والے مجنوں سے خون کا پیالہ مانگا گیا یا قربانی دو۔ جماعت اسلامی جیسے نازک مزاج لوگوں کا کام ہی نہیں۔ قدرت نے قربانی کے لئے احرار کا وجود مسعود پیدا فرمایا ہے اور بہتان کے لئے جماعت اسلامی کا شعبہ نشر و اشاعت ورنہ اسلام سے تعلق رکھنے والا ہر ادنیٰ سا آدمی بھی جانتا ہے کہ بعد از وفات اختلافات کا دروازہ بند ہو جانا چاہیئے ہاں کیچڑ اچھال کر دوسروں پر اپنی گندگی اچھالنے والوں کے لئے اپنا دفاع کرنے کی ہر دور میں اجازت موجود رہتی ہے۔ بقول کسے:

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
یہ صدا گنبد کی ہے جیسی کہے ویسی سنے

باقی حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی علیہ الرحمۃ پر مدیر ماہنامہ آئین لاہور کی شدید قسم کی ناراضگی کا اظہار کہ مولانا غیر معمولی جذباتی تھے۔ جماعت اسلامی کے خلاف مولانا ہزاروی مرحوم نے ایسی ویسی زبان استعمال کی تو گذارش ہے کہ آپ نے شاید صرف مولانا ہزاروی کی ان تحریروں کا مطالعہ کیا ہے جو آپ نے جماعت اسلامی کو آئینہ تاریخ دکھایا ہے مگر آپ تو صرف ایسی تاریخ کے شیدائی ہیں اور ایسے آئینہ کے عاشق ہیں جس میں آپکی بگڑی ہوئی تصویر بھی خوب صورت نظر آئے ورنہ وہ تاریخ اور وہ آئینہ جو آپ کو اپنا صحیح عکس دکھائے وہ آپ حضرات کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ تو ایسی صورت میں مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کے وجود مسعود کو کیسے برداشت کیا جاسکتا ہے۔ راقم السطور حضرت مولانا ہزاروی کے تعارف میں صرف ایک واقعہ عرض کرتا ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو آپ لوگوں سے کوئی ذاتی عداوت یا بغض نہیں تھا کیونکہ حضرت علیہ الرحمۃ کی دوستی اور دشمنی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوا کرتی تھی ہاں ویسے وہ طبعاً اور مزاجاً بہت ہی بہادر، نڈر تھے۔ اور غیر اللہ کے خوف سے بالکل بے نیاز تھے۔ حضرت مولانا نے تقریباً ۱۹۳۴ء میں اپنے دور شباب میں مرزائیوں کے خلاف سخت تقریر کی تو گرفتار کر لئے گئے۔ انگریز اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں لائے گئے یہ انگریز افسر بھی حضرت مولانا کے مزاج سے آپ کی طرح واقف نہ تھا اس نے اپنی عادت بد کے مطابق چلا کر کہا (بگڑی ہوئی اردو میں) ٹم بہت بڈمعاش ہے۔ ٹم ہر جگہ

فشاڈ کرتا پھرتا ہے ہم ٹُم کو شیڈھا کرتا ہے۔
(یہ انگریز ت کی جگہ ٹ دال کی جگہ ڈال اور سین کی جگہ شین ادا کرتا تھا)

حضرت مولانا مرحوم نے ان کی یہ باتیں بڑے تحمل سے سنیں اور اس کے بعد حضرت مولانا نے ہوبہو اس انگریز کی نقل اتار کر عدالت کے اسی کمرہ میں اسی کی طرح منہ بنا کر اسی چیخنے کی طرز پر بلکہ اس انگریز سے بھی زیادہ زور دیکر کہا۔ ٹُم بہٹ بڈمعاش ٹُم ہی ہر جگہ فشاڈ کرٹا پھرٹا ہے ہم ٹُم کو اب شیڈھا کرٹا ہے۔ تو بھری عدالت میں قہقہے گونجنے لگے اس انگریز افسر نے یہ ملاحظہ کر کے بدحواسی کے عالم میں کہا کہ جاؤ "ایک شال قیڈ" مولانا مرحوم بھی کب مرعوب ہونے والے تھے بعینہ اسی طرح ان کو کہا ٹُم کو بھی ایک شال قیڈ۔ اور آخر میں شکریہ کا لفظ بھی ازروئے مزاح کہہ کر جیل خانے چلے گئے۔

آپ اپنے گریبان میں جھانک کر بتائیں کہ کیا حضرت مولانا ہزاروی کو اس انگریز افسر سے کوئی ذاتی عداوت تھی۔ مولانا کا اپنا ایک مزاج تھا اگر آپ کو یا آپ کے کسی ساتھی کو مولانا کا مزاج پسند نہیں آیا تو پھر اس طرح آئیں بائیں شائیں کر کے حضرت مولانا ممدوح کے للہی جذبات کی نفی نہیں کی جا سکتی۔

آخر میں جناب غلام محمد خاں لونڈخور کا ایک ارشاد بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس طرح شاید کہ نکل جائے تمہارے دل سے بری بات:

"احرار کے نقطہ نگاہ سے لوگوں کو اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ان کے اخلاص، ان کے ایثار، ان کی قربانی، ان کی جرأت، اور ان کی حُب الوطنی پر کوئی شخص انگلی نہیں اُٹھا سکتا سوائے ان لوگوں کے جنہیں ان سے ذاتی بغض ہو یا جو لوگ اپنی سیاسی نامرادیوں کو چھپانے کے لئے ان کے خلاف زبان درازی اپنا سیاسی مذہب سمجھتے ہیں۔ (بحوالہ ہفت روزہ چٹان لاہور ۷ا جنوری ۱۹۶۶ء)

آپ بھی ضرور تاریخ کے اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھ کر اپنے متعلق خود فیصلہ صادر فرمائیں۔ بہرحال ہمیں بھی اپنے اس دفاعی بیان کی تلخی کا زبردست احساس ہے مگر اس تلخی کی کامل و مکمل ذمہ داری جماعت اسلامی کے دانشوروں پر عائد ہوتی ہے جنہوں نے خواہ مخواہ سابقہ بھولے ہوئے اختلافات کی تجدید کر کے ہمارے خفتہ جذبات کو پھر مجروح کیا۔ تاریخ کا مذاق اڑایا اور نوبت بایں جا رسید کہ تاریخ کہ اس آئینہ کی گرد ہمیں صاف کرنی پڑی یہ اسی تاریخ کا شفاف آئینہ ہے جو ہم نے جماعت اسلامی کے دانشوروں کے سامنے کر دیا ہے۔ کہ شاید اب بھی ان حضرات کو اپنی تاریخی غلطی کا احساس ہو جائے ویسے ان صالحین حضرات کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے زندگی کے کسی دور میں بھی اپنی غلطی کو تسلیم کرنے سے انکار ہی کیا ہے۔ سچ ہے کہ:

آئینہ دیکھ کر محوِ حیرت رہ گئے
صاحب کو اپنے حُسن پہ کتنا غرور تھا